الدفاع فی الاسلام

ابو سلمان شاہجہانپوری

اسلام کے شرعی واجبات و فرائض میں ایک نہایت اہم اور اکثر حالتوں میں ایمان و کفر تک کا فیصلہ کر دینے والا فرض جہاد ہے لیکن جہاد کی حقیقت کی نسبت سخت غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جہاد کے معنے صرف لڑنے کے ہیں۔ مخالفین اسلام بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے۔ حالانکہ ایسا سمجھنا اس عظیم الشان مقدس حکم کی عملی وسعت کو بالکل محدود کر دینا ہے۔

"جہاد" کے معنی کمال درجہ کوشش کرنے کے ہیں۔ قرآن و سنت کی اصطلاح میں اس کمال درجہ سعی کو جو ذاتی اغراض کی جگہ حق پرستی اور سچائی کی راہ میں کی جائے "جہاد" کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ یہ سعی زبان سے بھی ہے، مال سے بھی ہے، انفاق وقت و عمر سے بھی ہے، محنت و تکالیف برداشت کرنے سے بھی، اور دشمنوں کے مقابلے میں لڑنے اور اپنا خون بہانے سے بھی ہے۔ جس سعی کی ضرورت ہو اور جو سعی جس کے امکان میں ہو اس پر فرض ہے اور جہاد فی سبیل اللہ میں لغت و شرع، دونوں اعتبار سے داخل۔ یہ بات نہیں ہے کہ "جہاد" سے مقصود مجرد لڑائی ہی ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو جہاد کا اطلاق اعمال قلبی و لسانی پر نہ ہوتا حالانکہ کتاب و سنت ایسے اطلاقات سے لبریز ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا قول صاحب اقناع نے نقل کیا ہے جو حقیقت جہاد کے بارے میں قول فیصل و جامع ہے۔

الامر بالجہاد منہ ما یکون بالقلب کالعزم علیہ او منہ ما یکون باللسان کالدعوۃ الی الاسلام و الحجۃ والبیان والرأی

و التدبیر فی ما فیه نفع المسلمین - و بالبدن ای القتال بنفسه فیجب الجهاد بغایة ما یمکنه من هذه الامور (جلد ۱ — ۶۵۳)

دشمنوں کی فوج سے خاص وقت ھی میں مقابلہ ھو سکتا ھے؛ لیکن ایک مومن انسان اپنی ساری زندگی اور زندگی کی ھر صبح و شام جہاد حق میں بسر کر سکتا ھے۔

مشہور حدیث ھے - المجاهد من جاهد نفسه فی ذات الله ، و المهاجر من هجر مانهی الله عنه -

سورہ الفرقان میں ھے۔ کفار کے مقابلہ میں بڑے سے بڑا جہاد کرو۔

فلا تطع الکافرین و جاهدهم به جهاداً کبیراً -

پس کافروں کی اطاعت نہ کرو۔ اور ان سے بڑے سے بڑا جہاد کرو۔

سورۃ الفرقان بالاتفاق مکی ھے اور معلوم ھے کہ جہاد بالسیف یعنی لڑائی کا حکم ھجرت مدینہ کے بعد ھوا۔ پس غور کرنا چاھیئے کہ مکی زندگی میں کون سا جہاد تھا جس کا اس آیت میں حکم دیا جا رھا ھے؟ جہاد بالسیف تو ھو نہیں سکتا، یقیناً وہ حق کی استقامت اور اس کی راہ میں تمام مصیبتیں اور شدتیں جھیل لینے کا جہاد تھا۔ مکی زندگی میں جس طرح یہ جہاد جاری رھا، سب کو معلوم ھے - حق کی راہ میں دنیا کی کسی جماعت نے ایسی تکلیفیں اور مصیبتیں نہ اٹھائی ھوں گی، جیسی اللہ کے رسول اور آپ کے ساتھیوں نے مکی زندگی میں برداشت کیں - اسی پر جہاد کبیر کا اطلاق ھوا۔

اسی طرح منافقوں کے ساتھ بھی جہاد کرنے کا حکم دیا گیا۔

جاهد الکفار و المنافقین و اغلظ علیهم (۹ : ۹۶)

حالانکہ منافق تو خود اسلام کے ماتحت مقہورانہ و محکومانہ زندگی بسر کر رہے تھے ، ان سے جنگ و قتال کی ضرورت ہی نہ تھی اور نہ ان سے کبھی جنگ کی گئی ۔ سو یہ جہاد بھی تبلیغ حق و اتمام حجت و مقاومت فساد کا جہاد تھا جو قلب و زبان سے تعلق رکھتا ہے ۔

بخاری و ابن ماجہ میں ہے ۔ حضرت عائشہ رض نے پوچھا ''ھل علی النساء جھاد'' ؟ کیا عورتوں کے لئے بھی جہاد ہے؟ فرمایا '' نعم جھاد ، لا قتال فیہ ۔ الحج و العمرۃ '' ہاں ! جہاد ہے ۔ مگر اس میں لڑنا نہیں ہے ۔ حج اور عمرہ ۔ اس حدیث میں اس سعی اور ترک وطن کی محنت کو جو حج وعمرہ میں پیش آتی ہے ، عورتوں کے لئے جہاد فرمایا اور کہا ایسا جہاد جس میں لڑائی نہیں ۔ اس سے معلوم ہوا کہ لڑائی کے الگ کر دینے کے بعد بھی حقیقت '' جہاد '' باقی رہتی ہے ۔

اگر امت کے لئے دفاع و جنگ کا وقت آ گیا ، یا کسی جماعت مفسدین پر امام نے حملہ کیا تو ایسے وقتوں میں بھی صرف نفس جنگ ہی نہیں بلکہ سعی و کوشش کی ساری باتیں شریعت کے نزدیک جہاد ہیں ۔ جس کی طاقت میں جنگ کرنا نہیں ہے اور اس نے مال دیا تو وہ بھی مجاھد ہے ۔ جس نے زبان سے دعوت و تبلیغ کی وہ بھی مجاھد ہے ۔ جس نے اس راہ میں اور کسی طرح کی محنت و تکلیف اٹھائی ، وہ بھی مجاھد ہے ۔ البتہ ایسے وقتوں میں اگر کوئی مسلمان لڑائی کی طاقت رکھتا ہے اور اس سے پہلو تہی کر لے تو اس کا کوئی عذر نہیں سنا جائے گا ۔ اس کا شمار مومنوں کی بجائے منافقوں میں ہو گا ۔ جو مال دے سکتا ہے اور نہ دیا تو وہ بھی ایمان و اخلاص کی زندگی سے نکل گیا ۔ زمین پر گو مسلمان کہلائے ، پر اللہ کے حضور منافق کہلائے گا ۔ جس شخص کی زبان اعلان حق اور دعوت الی الجہاد میں کھل سکتی ہے مگر نہ کھلی ، اس نے بھی ایمان چھوڑ کر نفاق کی راہ اختیار کر لی ۔ گو شیطان حیل اور نفس خادع اس کو ہزاروں فریب دیتا رہے ۔ ترمذی اور ابو داؤد میں ہے ۔

« افضل الجھاد کلمۃ حق عند سلطان جائر »

سب سے زیادہ فضیلت رکھنے والا جہاد وہ کلمہ حق ہے - جو شاہان جور و ظلم کے سامنے بے باکانہ کہا جائے -

اور پھر ان سب سے بالاتر مرتبہ ان مجاہدین کاملین اور اصحاب عزیمت کا ہے جن کی زندگی سر تا سر جہاد فی سبیل اللہ اور جن کا وجود یکسر خدمت حق و شیفتگی صدق و عشق دعوت ہے جو اس عمل مقدس کے لئے کسی خاص صدائے نفیر اور اعلان وقت کے منتظر نہیں رہتے بلکہ ہر صبح جو ان پر آتی ہے ' جہاد فی سبیل اللہ کی صبح ہوتی ہے اور شام کی تاریکی جو ان پر پھیلتی ہے وہ اسی راہ کی شام ہوتی ہے - اس کی زندگی پر کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا جو جہاد کے مرتبہ علیا و فضیلت عظمیٰ کے اجرو ثواب سے خالی ہو -

کائنات ہستی کے ہر عمل کی طرح یہ عمل بھی تین عنصروں سے مرکب ہے - دل ' زبان ' اعضاؤ جوارح - سو ان کا دل ہمیشہ عشق حق اور عزم مقصد کی آتش شوق میں پھنکتا رہتا ہے - ان کی زبان ہمیشہ یہ اعلان حق و دعوت الی اللہ میں سر گرم رہتی ہے - ان کے ہاتھ اور ان کے تمام جوارح کبھی اس راہ کی سعی و محنت سے نہیں تھکتے - اس کے بعد جہاد کا کون سا کام رہ گیا جو انہوں نے نہیں کیا ؟ اور اس راہ کا کون سا مرتبہ رہ گیا جو انہوں نے نہیں پایا؟ افضل الجہاد کلمة حق عند سلطان جائر

جہاد کی اس حقیقت کو سامنے رکھ کر غور کرو ! انسانی اعمال کی کون سی بڑائی اور عظمت ہے ، جو اس کے دائرہ سے باہر رہ گئی ؟ اور نوع انسانی کی ہدایت و سعادت کا کون سا عمل حق ہے جو اس کے بغیر انجام پا سکتا ہے ؟ پس یہی وجہ ہے کہ شریعت نے اس کی اہمیت و فضیلت پر اس قدر زور دیا کہ ساری نیکیاں ، ساری عبادتیں اس سے پیچھے رہ گئیں - سب کا حکم شاخوں کا ہوا - جڑ یہی عمل قرار پایا - اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل فضلیت ہو سکتی ہے کہ خود اللہ کے رسول نے فرمایا -

والذی نفسی بیدہ لوددت انی اقتل فی سبیل اللہ ثم احیا ، ثم اقتل ثم احیا ، ثم اقتل (رواہ البخاری) -

خدا کی قسم ! اگر ممکن ہوتا تو میں چاہتا کہ اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں ' پھر زندہ ہوں پھر قتل کیا جاؤں ، پھر زندہ ہوں پھر قتل کیا جاؤں ' پھر زندہ ہوں پھر قتل کیا جاؤں۔ تاکہ اس کی راہ میں جان دینے کی لذت و سعادت ایک مرتبہ میں ختم نہ ہو جائے ۔

جہاد کی قسمیں

اس سے معلوم ہوا کہ جہاد صرف جنگ و قتال کا نام نہیں بلکہ جہاد کی بہت سی قسموں میں سے ایک قسم ''قتال'' ہے اور اس کی بھی دو صورتیں ہیں ۔ ''ہجوم'' اور ''دفاع'' یعنی (Offensive) اور (Defensive) ۔

در اصل ہجوم کی بنیاد بھی دفاع ہی ہے ۔ یعنی جب تک دنیا میں عالمگیر صلح و امن اور عام اخوت قائم نہ ہو جائے ضروری ہوا کہ حریف اور مفسد قوتوں سے ہمیشہ مقابلہ جاری رکھا جائے ۔ اگر ایسا نہ کیا جائے گا تو دشمن مسلمانوں کو چین سے نہ بیٹھنے دیں گے اور اسلام کی اشاعت اور اس کے مشن کی تبلیغ و تکمیل میں ہمیشہ مانع ہوں گے ۔

شرعاً قتال کی پہلی صورت (یعنی ہجوم و مقابلہ کا دائمی سلسلہ) فرض کفایہ ہے بحکم ''وما کان المومنون لینفروا کافۃ'' ضروری نہیں کہ بیک وقت ہر مسلمان اس میں حصہ لے ۔ ہر عہد اور ہر ملک میں مسلمانوں کی ایک جماعت ضرور ایسی ہونی چاہئے جو یہ فرض انجام دیتی رہے۔ اگر ایک جماعت یہ فرض انجام دیتی رہی ہے تو کافی ہے جو مسلمان شریک ہوگا ' اس کے لئے بڑا اجر ہے جو شریک نہ ہوگا اس کے لئے کوئی گناہ نہیں ۔

حقیقت حکم دفاع

یہ صورت تو اس قتال کی ہوئی جس کی صورت حملہ و ہجوم کی ہو گی ، دوسری قسم ''دفاع'' ہے ۔ تشریح اس کی یہ ہے کہ جب کبھی کسی مسلمان

حکومت یا کسی مسلمان آبادی پر کوئی غیر مسلم گروہ حملہ کرے تو یکے بعد دیگرے تمام دنیا کے مسلمانوں پر شرعاً فرض ہو جاتا ہے کہ دفاع (ڈیفنس) کے لئے اٹھ کھڑے ہوں - اس حکومت اور آبادی کو غیر مسلم قبضہ سے لڑ کر بچائیں - اگر فوری قبضہ ہو گیا ہے تو اس سے نجات دلائیں اور اس کام کے لئے اپنی ساری قوتیں اور ہر طرح کی ممکن کوششیں وقف کردیں - اس بارے میں قرآن و حدیث کے احکام اس کثرت سے موجود ہیں اور اسلامی فرائض میں یہ فرض اس درجہ مشہور فرض ہے کہ شاید ہی دنیا میں کوئی مسلمان اس سے لاواقف نکلے - یہی باہمی مددگاری و یاوری اور دفاع اعداء کا قانون ہے جس پر اسلام نے شریعت و امت کی حفاظت کی ساری بنیادیں استوار کی ہیں -

یہ فرض کفایہ نہیں ہے بلکہ بالاتفاق مثل نماز روزہ کے ہر مسلمان پر فرض عین ہے - ایک گروہ کے دفاع کرنے سے باقی مسلمان بری الذمہ نہیں ہو سکتے - جس طرح ایک گروہ کے نماز پڑھ لینے کے باقی مسلمانوں کے ذمہ نماز ساقط نہیں ہو جاتی -

ہدایہ میں ہے -

الا أن یکون النفیر عاماً فحینئذ یصیر من فروض الاعیان -

نفیر '' نفر '' سے ہے - '' نفر '' کے معنی ہیں تیزی کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ دوڑ جانا - پس قوم کے ایسے بلاوے اور اجتماع پر جو لڑائی کے لئے ہو '' نفیر '' کا اطلاق ہوا - قرآن میں ہے '' انفروا خفافا و ثقالا '' اور ''الا تنفروا''- مطلب یہ ہے کہ اگر حفظ و دفاع کی ضرورت سے عام اجتماع و قیام کا وقت آ گیا ، تو پھر جنگ کرنا ہر مسلمان پر فرض عین ہو جاتا ہے - ابن ہمام اس کی شرح میں لکھتے ہیں :

ھذا اذا لم یکن النفیر عاماً فاذا کان النفیر عاماً بأن

هجموا علی بلدة من بلاد المسلمین ، فیصیر من فروض الاعیان سواء کان المستنفر عادلاً أو فاسقاً ـ

(فتح القدیر ۴ : ۲۸۶)

فرض کفایہ کی صورت اس وقت تک ہے کہ نفیر کی حالت نہ ہو لیکن اگر مسلمانوں کے شہروں میں سے کسی شہر پر غیر مسلموں نے حملہ کر دیا تو اس وقت جنگ کرنا ہر مسلمان پر فرض عین ہو جائے گا خواہ جنگ کے لئے دعوت دینے والا عادل ہو یا فاسق ـ

اور عنایہ میں ہے :

ثم الجهاد یصیر فرض عین عند النفیر العام علی من یقرب من العدو وهو یقرب علیه ـ

(مجموعہ فتح القدیر ۴ : ۲۸۱)

اور اگر نفیر عام کی حالت ہو، تو جہاد کرنا ان مسلمانوں پر فرض عین ہو جائے گا ـ جو دشمن سے قریب ہوں اور اس پر قابو رکھتے ہوں ـ

اسی طرح سراجیہ ـ رد المحتار ـ شامی وغیرہ تمام کتب فقہ میں ہے ـ

" اذا جاء النفیر انما یصیر فرض عین علی من یقرب من العدو" اور " الجهاد فرض کفایة اذا لم یکن النفر عاماً ، فاذا قام به البعض ، یسقط عن الباقین ـ فاذا صار النفیر عاماً ، فحینئذ یصیر من فروض الاعیان " الخ ـ

حملہ و ہجوم کے دائمی جہاد میں (جب قتال فرض کفایہ ہوتا ہے) بعض جماعتیں مستثنیٰ ہوتی ہیں مثلاً عورتیں اور نوکر، عورتوں کے لئے شوہر کی خدمت اور نوکر کے لئے آقا کی خدمت مقدم ہے لیکن اگر دفاع کی صورت پیش آ گئی ہو تو اس کی فرضیت ایسی ہمہ گیر اور بالاتر ہے کہ بچوں اور معذوروں

کے سوا کوئی گروہ ، کوئی فرد مستثنیٰ نہیں ہو سکتا - بیوی بلا شوہر کی اجازت کے نکل کھڑی ہو ' غلام بلا آقا کی اذن کے مشغول جہاد ہو جائے -

امام بخاری نے باب باندھا ہے '' وجوب النفیر '' - یعنی جب حفظ ملت کی ضرورت پیش آ جائے تو قتال کے لئے سب کا اٹھ کھڑا ہونا واجب ہے - پھر آیہ '' انفروا خفافاً و ثقالا '' اور مالکم اذا قیل لکم انفروا '' الخ سے وجوب پر استدلال کیا ہے -

اس کے بعد حضرت ابن عباس کی روایت درج ہے -

'' لا ھجرۃ بعد الفتح ولکن جھاد ونیۃ واذا ستنفرتم فاستفروا ''

یعنی وہ جو اوائل اسلام میں ایک خاص طرح کی ھجرت فرض ہوئی تھی تو فتح مکہ کے بعد اس کی ضرورت نہیں رہی - البتہ جہاد اور عزم جہاد قیامت تک باقی ہے - تو جب جمع ہونے کے لئے پکارے جاؤ جمع ہو جاؤ اور جہاد کرو -

فتح الباری میں ہے -

« الا أن تدعو الحاجة اليه أن كان يدهم العدو و يتعين على من عينه الامام » (جلد ٦ : ٢٨)

اور موطا امام مالک میں ہے

اذا كان الكفار مستقرين بلادهم فالجهاد فرض كفاية ، ان اقام به بعضهم سقط الحرج على الباقين و اذا قصدوا بلادنا و استنفر امام المسلمين ، وجب على الاعيان »

یعنی اگر کفار اپنے اپنے ملک میں ہیں ' مسلمانوں پر حملہ آور نہیں ہوئے ہیں گو اس حالت میں جہاد فرض کفایہ ہے لیکن جب وہ ہمارے ملکوں کا قصد کریں اور امیر اسلام نفیر کا اعلان کرے تو پھر فرض عین ہو جائے گا - (مسلسل)